خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بائیبل کی نظر میں

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

آپ کہیئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی
طرف سے ہو اور پھر تم اس سے کفر کر رہے ہو
اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس جیسی
کتاب پر گواہی دے اور ایمان لے آئے اور
تم تکبر ہی میں رہو
بے شک اللہ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں
دیتا۔

(القرآن ۴۶ : ۱۰)

طباعت :۔ سید سنز پرنٹرز اینڈ پبلشرز
اردو بازار ۔ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صاحبِ صدر، خواتین و حضرات!

آج شام میری تقریر کا عنوان "پیغمبرِ آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بائیبل کی پیش گوئی" یقیناً آپ کے لئے باعثِ تعجب ہوگا۔ کیونکہ مقرر ایک مسلمان ہے اور فی الحقیقت معاملہ تعجب خیز بھی ہے۔ کہ اسلام کا ایک پیروکار یہودی اور عیسائی صحیفوں سے پیش گوئیاں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔

پوپ یا کسنجر

دراصل آج سے تیس سال پیشتر مجھے اپنی جوانی کے زمانے میں ڈربن (جنوبی افریقہ) کے رائل تھیٹر میں ایک عیسائی عالم ایوریند ہائی ٹن کی مذہب کے متعلق چند تقاریر سننے کا اتفاق ہوا۔ جن میں بائبل میں مذکور پیش گوئیوں کی تشریح کی گئی تھی۔ مقرر نے یہ ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل میں سوویٹ روس کے ظہور و عروج کا بھی ذکر ہے۔ ایک مرحلہ پر تو انہوں نے یہ تک بھی کہہ دیا۔ کہ اُن کی مقدس کتاب تو پوپ کے ذکر سے بھی خالی نہیں۔ انہوں نے اپنے سامعین کو یہ باور کرانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کہ عہد نامہ جدید کی آخری کتاب مکاشفہ میں جس ۶۶۶ عدد والے

حیوان کا ذکر ہے وہ پوپ ہی ہے جو کرۂ ارض پر مسیح کا نائب ہے۔
ہم مسلمانوں کے لئے عیسائیوں کے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کی پوپ سے متعلق بحث میں الجھنا تو کسی طرح بھی مناسب نہیں لیکن یہ انکشاف یقینی طور پر آپ کے لئے باعثِ دلچسپی ہوگا کہ آج کل عیسائی دنیا ڈاکٹر ہنری کسنجر کو بائبل کے 666 عدد والے حیوان سے تعبیر کر رہی ہے۔

ایورینڈ ہائی ٹن کے سلسلۂ تقاریر نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر بائبل اتنے لاتعداد امور سے متعلق پیش گوئیوں کی حامل ہے۔ تو یقیناً اس کے اوراق انسانیت کے سب سے عظیم محسن رحمتِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے بھی خالی نہ ہوں گے۔ ایک نوجوان کی حیثیت سے میں اس سوال کے جواب کی تلاش میں چل نکلا۔ میں نے بہت سے پادریوں سے ملاقات کی اُن کے لیکچر سُنے اور ہر اس کتاب کو کنگھال ڈالا۔ جس میں بائبل کی پیش گوئیوں سے متعلق کچھ بھی تحریر تھا۔

آج شام میں آپ کو ڈچ ریفارمڈ چرچ کے ایک پادری سے اپنی ایک ایسی ہی ملاقات کا حال سناؤں گا

آج سے پندرہ سال بیشتر کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کی ایک تقریب میں مجھے ٹرانسوال کے مقام پر ایک لیکچر دینے کی دعوت دی گئی۔ اس صوبے میں افریقی زبان وسیع پیمانے پر بولی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہاں آباد میرے ہموطن

بھی اسی زبان ہی میں بات چیت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ گھل مل جانے کے لیئے ان کی زبان پر دسترس حاصل کرنا ضروری سمجھا۔ اس مقصد کے پیش نظر میں نے ٹیلیفون کی ڈائریکٹری کی مدد سے افریقی زبان بولنے والے چرچوں میں فون کرنے شروع کر دیئے۔ میں فون پر فون کرتا رہا۔ کہ میں اُن کے پادریوں سے اپنا مدعا بیان کرتا رہا۔ کہ میں ان کے ساتھ بائبل کی پیش گوئیوں سے متعلق کچھ تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ہر جگہ سے اس پیش کش کا جواب معذرت ہی میں ملتا رہا۔ خوش قسمتی سے تیرھویں کوشش بار آور ثابت ہوئی اور وین ہیرڈین نامی ایک پادری نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے بروز ہفتہ سہ پہر کے وقت اپنی ہی رہائش گاہ پر ملاقات کرنے کی حامی بھر لی باوجودیکہ اسی روز مجھے ٹرانسوال کے سفر پر بھی روانہ ہونا تھا۔ پادری کے جواب سے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی۔

مقررہ وقت پر پادری صاحب نے اپنے برآمدے میں میرا پرتپاک استقبال کیا اور یہ درخواست بھی کی کہ اگر میں بُرا نہ مناؤں تو وہ اپنے ستر سالہ خُسر کو بھی بحث میں شامل کر لیں۔ جو آزاد ریاست سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ میری رضامندی پر ہم تینوں صاحب خانہ کی لائبریری میں بیٹھ گئے۔

خاموش کیوں؟

بحث کا آغاز کرتے ہوئے میں نے سوال کیا کہ:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بائبل کا کیا فرمان ہے ؟

کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے بغیر پادری نے جواب دیا" کچھ نہیں"۔

میں نے حیرت سے کہا" کچھ نہیں کیوں ؟ آپ لوگوں کی وضاحت کے مطابق تو بائبل بہت سے امور مثلاً سوویٹ روس کے ظہور و عروج بلکہ آپ سے متضاد عقائد کے حامل رومن کیتھولک فرقے کے سربراہ پوپ سے متعلق بھی پیش گوئیوں کی حامل ہے"۔

پادری نے کہا" ہاں آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے اوراق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاموش ہی ہیں"۔

میں نے دوبارہ استفسار کیا" بائبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خاموش کیوں ہے ؟ حالانکہ اس عظیم ہستی کی جدوجہد سے کرۂ ارض پر کروڑوں کی تعداد میں ایک ایسی قوم وجود پذیر ہوئی ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہی

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش پر ایمان رکھتی ہے

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی پر ایمان رکھتی ہے۔

(۳) اُن کا ایمان یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی اجازت سے مُردوں کو زندہ کرتے ، پیدائشی اندھوں کو بینائی عطا کرتے اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے۔

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ بائبل بنی نوع انسان کے ایک ایسے عظیم قائد کے متعلق خاموش رہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مکرمہ مریم کو عزت و اکرام کی ان بلندیوں پر فائز کرے ۔ جن سے ان کی قوم نے انہیں محروم رکھا"؟

آزاد ریاست کے معمر شخص نے اپنے داماد کی مدد کرتے ہوئے کہا۔ "میرے بیٹے میں پچھلے پچاس سال سے بائبل کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اگر اس میں ایسا کوئی ذکر ہوتا تو یقیناً مجھے اس کا علم ہوتا۔"

چلئے نام نہ سہی

میں نے پادری صاحب سے استفسار کیا۔ "کیا آپ اس امر پہ ایمان نہیں رکھتے کہ عہد نامہ عتیق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سینکڑوں پیش گوئیاں درج ہیں؟"

صاحب موصوف فوراً بول اُٹھے "سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں"۔ میں نے انہیں بتایا۔ کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عہد نامہ عتیق کی ہزاروں پیش گوئیوں پر کسی قسم کی تنقید نہیں کروں گا کیونکہ کرہ ارض کی نوّے کروڑ کے قریب مسلم دنیا پہلے ہی ہادی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت مسیحؑ پر ایمان لا چکی ہے۔ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس عظیم پیغمبر سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے قلوب اُن کے لئے عقیدت و احترام سے معمور ہیں اور اس سلسلہ میں عیسائیوں کو کبھی کوئی ایسی ضرورت پیش نہیں آئی کہ وہ مسلمانوں کو کچھ باور کرانے کے لئے بائبل کے اوراق میں سے شہادتیں پیش کریں۔ البتہ ایک امر وضاحت طلب ہے۔ کہ عہد نامہ عتیق کی ہزاروں پیش گوئیوں میں سے وہ کسی ایک کی بھی نشان دہی کردیں۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا ذکر ہو۔ مسیحا کی اصطلاح جس کا ترجمہ کرائسٹ

کیا جاتا ہے۔ نام نہیں بلکہ ایک تعظیمی لفظ ہے۔ کسی ایک پیش گوئی کا تو ذکر کیجئے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہی ہونگے۔ اور ان کی والدہ کا نام مریم ہوگا۔ اور ان کا باپ یوسف بڑھئی ہوگا یقیناً بائبل کے اوراق ان تفصیلات سے خالی ہیں، پھر انہوں یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ ان ہزاروں پیش گوئیوں کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ہی ہوتا ہے؟

پیش گوئی کی تعریف:-

پادری صاحب نے پیش گوئی کی تعریف کرتے ہوئے کہا

"پیش گوئیاں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی لفظی تصاویر ہوتی ہیں، جب فی الحقیقت کوئی واقعہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ تو ہم اس میں، ماضی میں بیان کردہ پیش گوئیوں کی تکمیل واضح طور پر دیکھتے ہیں۔"

میرے مخاطب نے اس دلیل سے اتفاق کیا: اس پر میں نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی صداقت سے متعلق اپنے دعوے کے جواز میں ہزاروں پیش گوئیوں کے سلسلہ میں اس طریق کار کو اختیار کرتے ہیں تو کیوں نہ رحمتِ عالم حضرت محمد صلی علیہ وسلّم سے متعلق یہی طریقِ عمل اختیار کیا جائے۔"

اب عیسائی عالم کے لئے اس معقول تجویز کو قبول کرنے کے

سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ میں نے انہیں عہد نامہ عتیق کی کتاب استثنا باب ۱۸ سطر ۱۸ پڑھنے کے لیئے کہا۔ انہوں نے متعلقہ صفحہ پر اپنی نظریں جما دیں۔ چونکہ میرا مقصد جنوبی افریقہ میں حکمران قوم کی زبان میں مشق حاصل کرنا بھی تھا۔ لہذا میں نے نفسِ مضمون کو افریقی زبان میں اپنی یادداشت ہی سے دھرا دیا۔

"میں اُن کے لئے اُن ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔"

کتاب استثنا باب ۱۸ : ۱۸

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہہ پیغمبر

افریقی زبان میں ان سطور کو دہرانے کے بعد میں نے افریقی پادری سے اپنے تلفظ پر معذرت چاہی۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ میری ادائیگی بالکل صحیح اور عمدہ رہی ہے۔ میرے استفسار پر کہ یہ پیشگوئی کس سے متعلق ہے؟

اُنہوں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جواب دیا "یسوع۔"

میں نے تعجب سے کہا "یسوع کیوں؟ اُن کے نام کا تو یہاں کہیں بھی ذکر نہیں۔"

صاحب موصوف نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "پیش گوئیاں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی لفظی تصاویر ہوتی ہیں اور

اس سطر کے الفاظ یسوع پر صادق آتے ہیں، "تیری مانند" اس پیش گوئی
کے انتہائی اہم الفاظ ہیں۔ تیری مانند — موسیٰ کی مانند اور یسوع
موسیٰؑ کی مانند ہیں

"یسوع کس لحاظ سے موسیٰؑ کی مانند ہیں؟ اس امر پہ روشنی ڈالئے"
میں نے مزید وضاحت طلب کی۔

جواب ملاحظہ فرمائیے۔

"موسیٰؑ یہودی النسل تھے اور یسوع بھی یہودی تھے۔ موسیٰ پیغمبر خدا
تھے اور یسوع بھی پیغمبر تھے۔ لہٰذا یسوع موسیٰؑ کی مانند ہیں۔ اور
یہی وہ حقیقت ہے جس کو خداوند نے موسیٰؑ کو خطاب کرتے ہوئے
تیری مانند ایک نبی کے الفاظ میں پہلے ہی بتا دیا تھا"

میں نے اس عالمِ مسیحیت کو وضاحت کا مزید موقع دیتے ہوئے کہا،
"کیا آپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے درمیان مزید مشابہتوں سے پردہ اٹھا سکتے ہیں" ان کا جواب نفی
معذرت میں تھا۔

اس پر میں نے استفسار کیا۔ کہ "اگر بائبل کی اس پیشگوئی کے یہی
دو معیار ہیں۔ جن کے تحت استثناء کے باب ۱۸ سطر ۱۸ کے مصدق
نبی کا پتہ چلتا ہے۔ تو پھر تو حضرت موسیٰؑ کے بعد آنے والی بائبل
میں مذکور بہت سی ہستیوں پر اُن کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ۔ حضرت حزقی ایلؑ۔ حضرت دانیالؑ۔
حضرت ہوسیعؑ۔ حضرت یوایلؑ۔ حضرت ملاکیؑ۔ بپتسمہ دینے
والے یوحناؑ۔ یہ سب عظیم ہستیاں اہلِ یہود بھی تھیں اور

پیغمبر بھی - آخر کار ہم اس پیش گوئی کا اطلاق ان پیغمبروں میں سے کسی ایک پر کیوں نہ کریں ۔ اور صرف حضرت عیسیٰؑ کو کیوں اس کا مصداق گردانیں ؟

میرے میزبان کے پاس اس دلیل کا کوئی جواب نہ تھا ۔ میں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا

" اس کے برعکس ہمارے نتائج کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی مشابہت ہی نہیں ۔ اور اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ میری رہنمائی فرمائیں "

تین غیر مشابہتیں

مندرجہ بالا الفاظ کہتے ہوئے میں نے اپنے دلائل جاری رکھے

(1) اول "حضرت عیسیٰؑ ہرگز بھی حضرت موسیٰؑ کی مانند نہیں ہیں ۔ کیونکہ آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق اول الذکر تو عدل ہیں لیکن موخر الذکر اس درجہ پر فائز نہیں تھے ۔ کیا یہ صحیح ہے ؟"

میرے مخاطب نے اثبات میں جواب دیا

(2) "آپ کے ہم عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر اپنی جان دے کر اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ۔ لیکن موسےٰؑ نے کسی بھی شخص کے گناہ کے کفارہ میں جان نہیں دی ۔ کیا یہ درست ہے ؟"

اس بار بھی جواب اثبات میں ملا

"اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کی مانند نہیں تھے"

ہیں نے اپنے مخاطب کو یاد دلایا۔

(ق) عیسائی دنیا کے عقیدے کے مطابق حضرت مسیحؑ سولی چڑھنے کے بعد تین دن جہنم میں رہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ تو سولی چڑھے نہ انہیں جہنم میں رہنا پڑا۔ کیا یہ سچ ہے؟"
میرے مخاطب نے دبی زبان میں ہاں کہا۔ اور میں نے اپنے دلائل سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اعلان کیا

"پس یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کی مانند نہیں ہیں"

"میرے دوست" میں نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھوس نوعیت کے حقائق نہیں ہیں۔ ان واقعات کا حقیقت سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ یہ محض عقائد ہیں۔ ان سے متعلق انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ آیئے ہم اپنی بات چیت اتنے سادہ انداز میں کریں کہ اگر آپ کے کمسن بچوں کو بھی کمرے میں بلا لیا جائے تو انہیں ہمارے دلائل سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے

میرے میزبان نے میری اس تجویز کو سراہتے ہوئے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

(۱) مادر و پدر

میں نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے پادری صاحب سے استفسار کیا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ماں باپ تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ دوشیزہ مریم کے بطن سے بغیر باپ کے توسط سے پیدا ہوئے تھے؟" مجھے جواب ہاں میں ملا۔ تو میں نے اپنا اعلان پھر

دوہرایا:- اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ نہیں بلکہ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کی مانند ہیں۔

(۲) معجزانہ پیدائش

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام سنتِ الٰہی یعنی زن و شوہر کے اتصال کا نتیجہ تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا انداز معجزانہ تھا۔
سینٹ متی کی انجیل باب ۱ سطر ۱۸ کے الفاظ اپنے ذہن میں لائیے۔

"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی۔ کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی"۔
اور لوقا کی انجیل باب ۱ سطر ۳۵ کے یہ الفاظ بھی یاد کیجئے!
"کہ جب حضرت مریم کو ایک مقدس بیٹے کی خبر سنائی گئی تو مریم نے فرشتہ سے کہا۔ یہ کیوں کر ہوگا۔ جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی۔ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی"۔
اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآنِ حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق نہایت شائستہ اور مہذب الفاظ میں کی ہے
- محترمہ خاتون کے منطقی سوال "پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا۔

جب کہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا" کے جواب میں فرشتہ نے کہا "کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

(القرآن ۳ : ۴۷)

"پروردگار عالم کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جانداروں کی افزائش نسل کے لئے نر و مادہ کے اتصال کے ضابطے کا پابند رہے۔ وہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ وجود پذیر ہو جاتی ہے۔ ارادۂ الٰہی اور اس کی تکمیل کے درمیان کوئی شئے حائل نہیں ہو سکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق مسلمانوں کا بس یہی نظریہ ہے۔"

سامعینِ کرام! میں آپ کو ایک اور دلچسپ واقعہ سناتا ہوں۔

ایک دفعہ اسی وسیع و عریض شہر کی بائبل سوسائٹی کے سربراہ کے سامنے میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق قرآن حکیم اور انجیل دونوں کے اقتباسات پیش کئے۔ اور یہ دریافت کیا کہ وہ اپنی بیٹی کو ان دونوں میں سے کون سا نکتۂ نظر بتانا پسند کریں گے؟

انہوں نے اپنا سر جھکاتے ہوئے جواب دیا "قرآن کا۔"

غرض کہ میں نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اپنے میزبان سے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے برعکس حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش معجزانہ تھی؟"

عیسائیت کے اس ترجمان نے فخر سے جواب دیا۔

"جی ہاں بالکل معجزانہ تھی"

اب اس جواب سے عیسائی عالم اپنے دام میں خود آچکا تھا۔ میں نے اسے یاد دلایا "اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں۔ بلکہ سید عرب و عجم حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ لہٰذا بائبل کی کتاب استثنا باب ۱۸ سطر ۱۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کے دوران تمہاری مانند کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔

(۵) ازدواجی زندگی

میں نے مزید ایک دلیل پیش کرتے ہوئے کہا :۔

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہی نے ازدواجی زندگی بسر کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اولاد سے نوازا۔ لیکن ان کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تجرد کی زندگی بسر کی؟

میرے مخاطب نے اس حقیقت سے بھی اتفاق کیا اور میں نے اپنے موقف کو دہرایا

"پس اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ رہبر انسانیت حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں"

(۴) حضرت عیسیٰ کو قوم نے مسترد کردیا

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور سیّد الانبیاء حضرت محمد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دونوں کی زندگی ہی میں اُن کی قوموں نے اُن کی پیغمبرانہ حیثیت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اگرچہ بنی اسرائیل نے اول الذکر کو لاتعداد ہی مشکلات سے دوچار رکھا۔ لیکن بحیثیت قوم انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنا پیغمبر تسلیم کر لیا تھا۔ عربوں نے بھی سیّدِ عرب وعجم صلّی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دشوار تر بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغمبر کو قوم کے ہاتھوں بہت سی ایذائیں اُٹھانی پڑیں۔ ظلم وستم سہنے پڑے مکہ میں تیرہ سالہ پیغمبرانہ زندگی کے دوران رشد وہدایت کے پیغام کے بدلے پتھر کھانے پڑے۔ قوم کو پھول پیش کئے اُس نے کانٹے دیئے بالآخر اس عظیم پیغمبرؐ کو اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا۔ لیکن وصال سے پیشتر مجموعی طور پر قوم حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیغمبرانہ حیثیت پر ایمان لا چکی تھی۔

دوسری طرف بائبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو تو اپنے گھر والوں نے بھی قبول نہ کیا

"وہ اپنے گھر آیا اور اس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا"

(یوحنا باب ۱ سطر ۱۱)

کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ دو ہزار سال گزرنے کے بعد آج بھی اُن کی اپنی قوم اہلِ یہود نے اُن کی پیغمبرانہ حیثیت کو قبول نہیں کیا۔

سامعینِ کرام! میری اس دلیل سے مسیحیت کے مذکورہ مبلغ کو مکمل اتفاق تھا۔ مَیں نے اپنا مُوقف پھر دہرایا:۔

"پس اس سے ثابت ہے کہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نہیں سیّدالمرسلین حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مانند ہیں۔"

(۵) دنیوی سلطنت

مَیں نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا:۔ "آیئے ہم حقائق کا مزید تجزیہ کریں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور پیغمبر آخرالزّمان حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم دونوں ہی پیغمبر بھی تھے اور حکمرانِ اعلیٰ بھی۔ پیغمبر سے مراد ایسے شخص سے ہے۔ جس پر انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہو اور وہ اس پیغام کو کسی قسم کی کمی کے بغیر اپنے خالق کی مخلوق تک پہنچانے کے فرائض سرانجام دے

آپ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جہاں تک ایک اعلیٰ حکمران کا تعلق ہے۔ اسے اپنے ہم قوموں پر زندگی اور موت کا مکمل اختیار ہوتا ہے۔ اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وُہ تاجِ شاہی سر پر رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر اُسے اپنے پیرو کاروں کو سزائے موت دینے کا اختیار حاصل ہے تو وہ حکمران ہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اپنی قوم پر اس قسم کا مکمل اختیار حاصل تھا۔ آپ بائبل میں مندرج اس اسرائیلی کے واقعہ کو ذہن میں لایئے۔ جو ہفتہ کے روز ایندھن کے

لئے لکڑیاں چن رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اسے سنگسار کر دیا تھا۔

(بائبل کی کتاب گنتی ۱۵ : ۳۶)

بائبل میں تو اور بھی کئی ایک جرائم کا ذکر ہے۔ جن کے ارتکاب پر کئی یہودیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حکم پر سزا دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کی مانند فخرِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی قوم کے افراد پر زندگی اور موت کا اختیار حاصل تھا۔

بائبل کے اوراق میں اللہ تعالیٰ کے ان نبیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ جنہیں پیش گوئی کرنے کے تحفے سے نوازا گیا تھا۔ لیکن انہیں یہ اختیار حاصل نہ تھا۔ کہ اپنے احکامات کو نافذ کر سکتے۔

حضرت لوطؑ۔ حضرت یونسؑ۔ حضرت دانیالؑ۔ حضرت عذراؑ۔ اور بپتسمہ دینے والے حضرت یوحناؑ اللہ تعالیٰ کی ان مقدس ہستیوں میں سے ہیں۔ جن کے پیغام کو ان کی قوموں نے مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے مسترد کر دیا اور انہیں بے بس بنا کر رکھ دیا۔ ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنے خالق کا پیغام تو اپنی اپنی قوم تک پہنچا دیا۔ لیکن قانونِ الہٰی کو نافذ نہ کر سکے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے۔ آپ کو تو بخوبی علم ہے کہ عیسائی اناجیل بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں۔"

"جب حضرت عیسیٰؑ کو رومی گورنر پونٹیس پائلیٹ کے سامنے بغاوت کے الزام میں گھسیٹ کر پیش کیا گیا تو انہوں نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے اپنے بچاؤ میں ایک معقول نکتہ پیش کیا۔

اور کہا "یسوع نے جواب دیا، کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں

(انجیل یوحنا ۱۸ : ۳۶)

اس طرز استدلال نے پائلیٹ جو ایک کافر تھا کو بھی قائل کر دیا۔ کہ حضرت یسوعؑ کا ذہنی طور پر صحیح حالت میں نہ ہونے کا تو امکان ہے لیکن وہ اس کی مملکت کے لئے باعث خطرہ نہیں ہو سکتے۔

کیا بائبل کے اس اقتباس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عیسیٰ کا دعویٰ صرف روحانی سلطنت تک محدود تھا۔ بالفاظ دیگر انہیں صرف پیغمبر ہونے کا دعویٰ تھا۔"

میرے میزبان کے پاس میرے اس استدلال کا جواب بھی ہاں ہی تھا۔ میں نے اپنے مؤقف کو پھر دہرایا

"پس اس سے عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ دعائے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں"

(6) سابقہ شریعت

" حضرت موسیٰؑ اور تمنائے کلیمؑ

حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی امتوں کے لئے نئی شریعتیں اور نئے احکام لے کر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں کو نہ صرف دس احکام الٰہی دیئے بلکہ اُن کی رہنمائی

کے لئے ایک جامع دستور پیش کیا۔

رحمت عالم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے جو جہالت و گناہ کی تاریکیوں میں غرق تھی۔ مرد اپنی سوتیلی ماؤں سے بیاہ رچا لیتے۔ ہنستی بولتی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے۔ شراب نوشی۔ زنا۔ بت پرستی اور جوئے کا ہر طرف دور دورہ تھا۔

گبن اپنی تصنیف رومن سلطنت کا عروج و زوال میں ظہور اسلام سے پہلے عربوں کی حالت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"عقل و فہم سے عاری وحشی انسانوں اور حیوانی مخلوقات کا ایک دوسرے سے امتیاز کرنا دشوار تھا"

اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اس دور کے انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہ تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ کہ حیوان انسانی صورت اختیار کئے ہوئے تھے۔

طامس کارلائل کے الفاظ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ضلالت و گمراہی کی پستیوں سے نکال کر علم و روشنی کے علمبردار بنا دیا۔ عرب قوم کے لئے اسلام لانا ظلمت و تاریکی سے نور و ہدایت میں قدم رکھنا تھا۔ عرب کی مردہ سرزمین کو اسی کی برکت سے زندگی نصیب ہوئی۔ عرب قوم زیادہ تر خانہ بدوش چرواہوں پر مشتمل تھی جو آدم کے پیدا ہونے کے وقت سے دنیا کی نظروں سے اوجھل ریگ زاروں میں صحرا نوردی کر رہے تھے ان میں ایک عدیم المثال نبی مبعوث کیا گیا۔ جس کی زبان پہ

وہ یقین رکھ سکتے تھے اور جس کی رہنمائی میں ایک گمنام قوم کا ذکر دنیا بھر کی زبان پر آگیا۔ ایک حقیر گروہ عظمت کی رفعتوں پر پہنچ گیا۔ ایک ہی صدی بعد عرب کی حدود غرناطہ سے دہلی تک وسیع ہوگئیں۔ یہ قوم اپنی جرأت، شوکت اور ذہانت کے باعث دنیا بھر میں روشنی کا مینار بن گئی"۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قائدِ جن وانس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو ایک ایسا دستورِ حیات دیا۔ جس سے یہ ازل سے ناآشنا تھی۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے۔ اہلِ یہود انہیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے رہے وہ انہیں دغا باز اور ریاکار کہتے رہے اور یہ الزام لگاتے رہے کہ یسوعؑ تعلیم موسوی کو مسخ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس پر حضرت عیسیٰؑ کو اپنی قوم کو یہ یقین دلانا پڑا کہ وہ نہ تو کسی نئے مذہب کے علمبردار ہیں اور نہ ہی کوئی نئی شریعت لے کر آئے ہیں۔ یہاں میں بائبل میں مندرج ان کے الفاظ ہی دہرائے دیتا ہوں۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کوئی نئی شریعت

لے کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ پہلے سے موجود شریعت کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ یہی وہ حقیقت تھی جو انہوں نے یہودیوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔ کیا انہوں نے لوگوں کو کوئی بہلاوا دیا یا ان پر کوئی نیا مذہب ٹھونسنے کی کوشش کی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مذہب کو مسخ کرنے کے لئے اس قسم کے حربے استعمال میں نہیں لا سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود شریعت کی پابندی کرتے، حضرت موسیٰؑ کے احکامات پر عمل کرتے اور یوم سبت کا احترام کرتے تھے۔ اہلِ یہود میں سے کبھی کسی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ نہیں کہا۔ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے۔ آپ روٹی توڑنے سے پہلے اپنے ہاتھ کیوں نہیں دھوتے"۔

حالانکہ ان کے حواریوں پر اکثر اس قسم کے اعتراضات کئے جاتے تھے۔ اس کا سبب صرف یہی تھا کہ ایک اچھے یہودی کی مانند وہ اپنے پیش رو پیغمبروں کی شریعت کا احترام کرتے تھے۔ قصہ کوتاہ وہ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں تھے۔ اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہادیٔ برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند کوئی نئی شریعت لے کر آئے تھے۔ کیا میرے ان دلائل سے آپ کو کوئی اختلاف ہے؟

میں نے اپنے میزبان سے استفسار کیا۔ مجھے جواب نفی میں ملا۔

میں نے اپنا اعلان دہرایا۔

"پس اس سے ثابت ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ ختم المرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔"

(۷) سفرِ آخرت

میرے اگلے سوال پر پادری صاحب نے اس امر کا اعتراف کیا کہ حضرت موسیٰؑ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہی کا وصال فطری طور پر ہُوا۔ لیکن عیسائیت کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہوئے۔ ان کا یہ اعتراف میرے اس اعلان کا پھر باعث بنا کہ :-

"حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نہیں بلکہ ختم المرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کی مانند ہیں۔"

(۸) آسمانوں پر قیام

کیا آپ کو اس امر کا اقرار ہے کہ

حضرت موسیٰؑ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہی زیرِ زمین مدفون ہیں۔ لیکن آپ کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر آرام فرما ہیں۔

افریقی پادری نے اس حقیقت کا بھی اقرار کیا اور میں نے اپنا مخصوص جملہ دہرایا کہ

"اس سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہیں بلکہ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کی مانند ہیں"

حضرت اسمٰعیل فرزند اول

افریقی عیسائی فاضل انتہائی بے بسی کے عالم میں تھے۔ وہ میری ہر دلیل سے متفق ہو چکے تھے۔ میں نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔" اب تک تو میں ساری پیش گوئی میں سے صرف ایک دلیل "تیری مانند" موسیٰ کی مانند پر زور دے رہا تھا۔ لیکن یہ پیشگوئی صرف اس دو لفظی ترکیب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"میں ان کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا"

اس پیش گوئی میں اُن کے بھائیوں میں سے کے الفاظ پر خاص زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم یہودیوں کو بحیثیت ایک نسل مخاطب کیا گیا ہے۔ نیز اس امر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ کہ اُن کے بھائی عرب ہی ہیں۔ بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کا دوست کہا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کے اس جلیل القدر پیغمبر کے حرم میں دو بیویاں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اولیں بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ہاجرہ کے بطن سے جنم لیا۔" اور ابراہام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسماعیل رکھا" (پیدائش ۱۶ : ۱۵)

"تب ابراہام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لیا" (پیدائش ۱۷ : ۲۳)
اور جب اس کے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرہ برس کا تھا
(پیدائش ۱۷ : ۲۵)

خالقِ مطلق اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان عہد کی توثیق پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو سارہ کے بطن سے ایک اور بیٹے سے نوازا جس کا نام اسحاقؑ رکھا گیا اور جو حضرت اسماعیلؑ سے عمر میں بہت کم سن تھے۔"

اہلِ عرب و اہلِ یہود

اگر آپ کو اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ ایک ہی باپ ابراہامؑ کے صاحب زادے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان دونوں سگے بھائیوں کی اولاد کا رشتہ بھی آپس میں بھائیوں ہی کا ہوا۔ حضرت اسحاقؑ کی نسل سے یہودی اور حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے عرب آپس میں بھائی ٹھہرے

"اور وہ سب اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا"
(پیدائش ۱۶ : ۱۲)

"تب اس نے اپنے سب بھائیوں کے سامنے وفات پائی"
(پیدائش ۲۵ : ۱۸)

لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے بھائی بند ہیں۔ اور سید عرب و عجم حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیمؑ کے فرزند اکبر حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے

پیدا ہونے کے باعث اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے ہیں"
استثنا ۱۸ : ۱۸ میں مندرج پیش گوئی کے الفاظ پر غور فرمائیے اس میں اس امر پر خاص زور دیا گیا ہے۔ کہ موعود پیغمبر جو موسیٰ کی مانند ہوں گے۔ اسرائیل کی اولاد میں سے نہیں ہوں گے۔ انہیں میں سے نہیں ہوں گے بلکہ ان کے بھائیوں میں سے، لہٰذا یہ اظہر من الشمس ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں سے ہوئے۔

منہ میں الفاظ

پیش گوئی کے اگلے الفاظ ہیں اور میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا، پیش گوئی کے اس حصے پر بھی ذرا اچھی طرح غور کیجئے۔
جب یہ کہا جائے کہ میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ تو اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔
"میں نے آج گفتگو کے آغاز پر آپ کو کتاب استثنا کا وہ صفحہ کھولنے کی درخواست کی تھی۔ جس میں باب ۱۸ کی سطر ۱۸ مرقوم ہے۔ اگر میں آپ کو یہ سطور پڑھنے کے لئے کہتا تو کیا میں اپنے الفاظ آپ کے منہ میں ڈالتا؟"
میرے اس سوال کا جواب افریقی پادری کے پاس نفی میں تھا۔
"لیکن اگر میں آپ کو عربی زبان سکھاؤں جس سے آپ قطعاً ناواقف ہیں اور میں آپ کو اپنے پیچھے یہ الفاظ دہرانے کو کہوں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ

کہہ دیجئے کہ وہ ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے ۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں
" تو کیا میرا یہ عمل اس امر کے مترادف نہیں کہ میں اس غیر ملکی زبان کے اَن سنے الفاظ جو آپ اپنی زبان سے ادا کر رہے ہیں ، آپ کے منہ میں ڈال رہا ہوں " میں نے استفسار کیا ۔
پادری صاحب نے میری اس دلیل کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ۔
میں نے سلسلہ کلام جاری رکھا ۔
" اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائے ۔ کلامِ الٰہی تھے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ نبوت سے پہلے بھی نبی کریم صلعم کی زندگی زہد و تقویٰ اور حُسنِ خُلق و اخلاص کا حسین امتزاج تھی ۔ پوری قوم حضور صلعم کی امانت و دیانت کا لوہا مانتی تھی ۔ اور آپ کو امین و صادق کہہ کر پکارتی ۔ حضور صلعم کے بظاہر تمام دنیوی تعلقات تھے ۔ خاندانی زندگی بھی تھی اور کاروبار بھی تھا ۔ لیکن تلاشِ حقیقت میں صحرا پیمائی کرتے ہوئے اکثر مکہ معظمہ سے تین میل شمال کی طرف واقع ایک پہاڑی حرا نامی کے غار میں تشریف لے جاتے ۔ وہاں کے روز و شب ، سوز و گداز ، تپش و خلش اور تدبر و تفکر کی منزلیں طے کرتے ہوئے گزرتے ۔ عمر مبارک چالیس سال کے قریب پہنچ چکی تھی ۔ ۲۷ ۔ رمضان ۱۳ ق ۔ ھ کی رات اسی غار میں معتکف تھے ۔ کہ دفعتہً فرشتہ اعظم جبرائیل امین نے نمودار

ہو کر حضور صلعم کی مادری زبان میں خالقِ کائنات کا حکم پہنچایا۔ اِقْرَأْ یعنی پڑھیئے۔ (اِقراء کے معنی مطلق پڑھنے اور تحریر کے پڑھنے میں بھی آتے ہیں) آبادی سے دور غارِ حرا کی تنہائیوں میں کسی اجنبی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بنی اسماعیلؑ کے چشم و چراغ پر اضطراری کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور فرماتے ہیں۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ بارِ دیگر بھی اسی مکالمے کا اعادہ ہوتا ہے۔ تیسری بار کی تکرار کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتہ نے قرآن عزیز کی سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات پڑھ کر اللہ کے عظیم رسول صلعم کو سنائیں۔ وحی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ طبیعت پر اضطراری کیفیت کا طاری ہونا بالکل فطری عمل تھا۔

۱۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝

اے محمدؐ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو

۲۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا

۳۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝

پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے

۴ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا

۵۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جس کا اس کو علم نہ تھا۔

(قرآن عظیم ۹۶ : ۱-۵)

صادق القول گواہ

جبرائیل امین یہ آیاتِ قرآنی پڑھا کر فوراً غائب ہو جاتے ہیں۔ اور آفتابِ رسالت آنحضور صلعم بہ عجلت تمام شہر کی راہ لیتے ہیں۔ پسینے میں شرابور ہیبتِ وحی سے متاثر گھر میں داخل ہوتے ہی لیٹ جاتے ہیں۔ اپنی محبوب شریکِ حیات خدیجہؓ سے کمبل اوڑھانے کو فرماتے ہیں۔ جو تعمیلِ حکم کرتی ہیں۔ طبیعت سنبھلنے پر غار کا ماجرا بیان فرماتے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ اعترافات کسی ریاکار شخص سے ہو سکتے ہیں؟ کیا مکار اور ریاکار اشخاص کبھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے ان کے پاس پیغامِ الٰہی لاتے ہیں تو وہ پسینے میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ ہیبت وحی سے کانپنے لگتے ہیں۔ اور عالمِ اضطرار میں اپنی شریکِ زندگی کے پاس بھاگے آتے ہیں۔ ہر صاحبِ نظر یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ردِ عمل اور اعترافات ایک دیانت دار، مخلص اور راست گو ہستی ہی کے ہیں۔ اس ہستی کے جیسے دشمنوں نے بھی امین، دیانت دار، راست باز اور صادق القول کہہ کر پکارا۔"

۔ پیغمبرانہ زندگی کے اگلے تیئس سالوں میں کلامِ الٰہی نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ میں ڈالا گیا۔ جسے حضور صلعم نے اپنی زبانِ مبارک سے ادا کیا۔ اس کلامِ پاک نے نبی اکرم صلعم کے

دل و دماغ پر اَن مٹ نقوش چھوڑے ۔ جیسے جیسے مقدس کلام (قرآن پاک) کی ضخامت بڑھتی گئی ۔ اس کی آیاتِ کریمہ کو کھال، کھجور کے پتوں اور جانوروں کے کندھوں کی ہڈیوں پر تحریر کرنے کے علاوہ جان نثار معتقدوں کے سینوں میں نہ صرف محفوظ کر لیا گیا ۔ بلکہ شاہِ کشورِ رسالت علیہ الصلٰوۃ والسلام کے وصال سے پیشتر ہی اُس کو موجودہ صورت میں ترتیب دے لیا گیا ۔

لہٰذا یہ واضح ہے کہ کلامِ الٰہی (وحی) کو حضور صلعم کے منہ میں بالکل اسی طرح ڈالا گیا ۔ جیسے اس پیش گوئی میں تحریر ہے ۔

"اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا" (استثنا ۱۸ : ۱۸)

ناخواندہ پیغمبر

"میرے دوست آپ کو بائبل پر مکمل عبور حاصل ہے ۔ بائبل کی کتاب یسعیاہ باب ۲۹ - آیت ۱۲ میں مندرج پیش گوئی بھی آپ کی نظر سے بیسیوں دفعہ گذری ہوگی ۔

"اور پھر ۔۔ کتاب (الکتاب ۔ القرآن) کسی ناخواندہ کو دیں"

آپ نے کبھی تو غور کیا ہوتا ۔ کہ آپ کی مقدس کتاب کی اس پیش کی تکمیل کہاں ہوئی ؟ کبھی تو تدبر و تفکر کی منزلیں طے کی ہوتیں کبھی تو جستجوئے حق میں سرگرداں ہوئے ہوتے ۔ کبھی تو اُس عظیم ہستی کو تلاش کیا ہوتا ۔ جسے بائبل نے ناخواندہ اور قرآنِ پاک نے النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (۷ : ۱۵۸) کہہ کر پکارا ۔"

میرے دوست وہ مقام غارِ حرا ہے۔ جو بعد میں جبل نور، روشنی کا پہاڑ کے نام سے موسوم ہوا۔ اسی میں خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا پہلا تجربہ ہوا۔ یہاں ہی خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حقیقت کے اسرار و رموز منکشف ہوئے۔ یہاں ہی بنی نوع انسان کے لئے وہ انقلاب آفرین پیغام ملا جس سے اس کا مقدر چمک اٹھا۔

ہاں تو میں آپ کو یسعیاہ کے باب ۲۹ سطر ۱۲ سنا رہا تھا

"اور پھر وہ کتاب (القرآن) کسی ناخواندہ کو دیں"

یہ کہتے ہوئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ اس کو پڑھیں اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ یاد رہے کہ I pray thee و میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کے الفاظ عبرانی مسودے میں موجود نہیں ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے ڈیوئے واشن اور ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورسنز پر بھی تقابلی نظر ڈال لیجئے۔ یہ پیش نظر رہے کہ "اور وہ کہے میں تو پڑھنا ہی نہیں جانتا" عربی الفاظ مَا اَنَا بِقَارِئٍ کا صحیح ترجمہ ہے یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے روح القدس کے سامنے اپنی زبان مبارک سے دو بار ادا کئے۔ جب حضور کو پڑھنے کی ہدایت کی گئی۔

آیئے میں آپ کو بائبل کے اس نسخہ سے مکمل اقتباس سناؤں۔ جسے شاہ جیمز واشن A یا بالعموم اتھورائزڈ واشن کہا جاتا ہے۔

And the book is delivered to him that is not learned, saying Read this. I pray thee, and he saith

I am not read (Isaiah 29: 12)

اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ ۔ اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا

(بائبل کتاب یسعیاہ ۲۹ : ۱۲)

یہ خیال رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران چھٹی صدی عیسوی میں عربی زبان میں بائبل کا کوئی وجود نہیں تھا۔ علاوہ ازیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قطعی طور پر ناخواندہ اور امّی تھے۔ اولادِ آدم میں سے کوئی ہستی ان بلندیوں پر فائز نہ ہو سکی۔ کہ رہبرِ انسانیت کو ایک لفظ بھی پڑھانے کا شرف حاصل کر سکتی۔ محسنِ انسانیت کے خالق نے یہ فرض خود اپنے ذمہ ہی لے لیا۔ رحمتِ عالم کا معلّم خود پروردگارِ عالم تھا۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝

اور نہ وہ خواہشِ نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

یہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے۔ جو اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝

اُن کو نہایت قوّت والے نے سکھایا

(القرآن ۵۳ : ۳ - ۵)

عرب کے اس امّی لقب پیغمبر نے کسی انسان سے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے بغیر دنیا بھر کے اہلِ علم و دانش کو

شرمسار کر دیا "

سخت تنبیہ:۔ " دیکھ لیجئے " میں نے عیسائی عالم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، کہ کس طرح یہ پیش گوئیاں افضل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ لفظ بہ لفظ صادق آ رہی ہیں۔ ان کے انطباق کے لئے ہمیں کسی کھینچا تانی کی ضرورت پیش نہیں آتی "

میرا مخاطب اب لاجواب ہو چکا تھا۔ اس نے بغلیں جھانکتے ہوئے یہ کہا۔ " آپ کی توضیحات خاصی معقول اور وزن دار ہیں۔ لیکن منطقی لحاظ سے یہ ہمارے لئے کسی اہمیت کی حامل نہیں۔ کیوں کہ ہم عیسائی تجسیم خداوندی کے قائل ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند کا اکلوتا بیٹا انسان کے قالب میں دنیا میں آیا اور اپنی جان کو صلیب پر دے کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر گیا "

میں نے اپنے میزبان کو خبردار کرتے ہوئے کہا۔

" یہ اہم نتائج آپ کے لئے غیر اہم ہو سکتے ہیں۔ لیکن پروردگار عالم کے لئے نہیں۔ جس نے اپنے بندوں کو خبردار کرنے کے لئے اپنی تنبیہات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ باری تعالیٰ آپ جیسے لوگوں کی ذہنیت سے آگاہ تھا۔ جو اس کے کلام کو اہمیت نہیں دیں گے۔ اس پہ سنجیدگی سے غور و فکر نہیں کریں گے۔ لہٰذا اس نے استثنا باب ۱۸ سطر ۱۸، کے فوری بعد ایک زبردست تنبیہ دی " اور یہ ہو کر رہے گا "۔ " اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا "

یاد رکھیئے! کیتھولک بائبل میں آخری الفاظ " میں انتقام لوں گا کے ہیں "

(میں اس سے انتقام لوں گا۔ میں اس سے بدلہ لوں گا)

کیا یہ الفاظ آپ کو خوف دلانے کے لئے کافی نہیں؟ اگر کوئی غنڈہ کوئی بدمعاش ہمیں دھمکی دے تو ہم اپنے پاجامے میں کانپنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اللہ ذو الجلال انتقام لینے کی وعید سنا رہا ہے اور آپ اس امر کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں۔ آپ کو اس کی سخت گیری سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ آپ دعوتِ حق پر لبیک کہنے کی بجائے بے نیازی کا اظہار کر رہے ہیں"۔

"بائیبل کی اسی کتاب استثنا کے باب ۱۸ کی ۱۹ ویں سطر میں حضور صلعم سے متعلق پیش گوئی کی مزید تکمیل کی صورت میں ایک اور حیرت انگیز معجزہ ملاحظہ فرمایئے!

"میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا"۔

اگر آپ نے اب تک یہ امر معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے نام سے کلام کا آغاز کرتے ہیں، تو آیئے میں آپ کو اس سے روشناس کرادوں (میرے پاس قرآن حکیم کا علامہ یوسف علی سے ترجمہ موجود تھا) میں نے اس سے اپنے مخاطب کو سورۃ ۱۱۴ (والناس) دکھائی۔ جس کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

(شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے) کے الفاظ مندرج تھے۔ پھر یکے بعد دیگرے سورۃ ۱۱۳، سورۃ ۱۱۲، سورۃ ۱۱۱ اور ان سے پہلے آنے والی متعدد سورتوں کی ابتدائی سطور ملاحظہ کرائیں۔ اور عیسائی عالم کو بتایا۔ کہ ان سب پر یہی فارمولا انہی معانی کے ساتھ درج ہے۔ چونکہ آخری سورتیں اپنے اختصار کے ساتھ ایک ہی

صفحہ پر مکمل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اختتام سے آغاز کیا گیا۔ راہنمائے مسیحیت خاموش تھے۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" بائیبل کی پیش گوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام سے کر کہے گا۔ کس امر کی متقاضی ہیں؟ اللہ کے کلام کی ابتدا اللہ کے نام سے کون کرتا ہے؟ کیا یہ پیش گوئی محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف بحرف صادق نہیں آتی۔ جنہوں نے دنیا کے سامنے اللہ کا کلام اللہ کے نام سے شروع کیا۔

یہ یاد رکھیے کہ سوائے سورۂ نہم کے قرآن پاک کی ہر سورت کی ابتدا اسی فارمولے سے ہوتی ہے۔ اہلِ اسلام اپنے تمام جائز افعال کی ابتدا انہیں الفاظ سے کرتے ہیں۔ اس کے برعکس عیسائی باپ، بیٹا اور روح القدس کے نام سے اپنے کاموں کی ابتدا کرتے ہیں۔"

بائیبل کی کتاب استثنا کے باب ۱۸ میں مندرج پیش گوئی سے متعلق میں نے آپ کے سامنے پندرہ سے زائد وجوہات بیان کر دی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اس کا انطباق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

بپتسمہ دینے والے یوحنا کی تردید

"یوحنا باب ۱ کی ۱۹ تا ۲۵ سطور سے یہ بھی عیاں ہے کہ:۔

عہد نامہ جدید کے دور میں یہودی موسیٰؑ کی مانند پیش گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کا مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا تو اہلِ یہود نے ایلیاہ سے متعلق استفسار کرنا شروع کیا۔ کیونکہ

اُن کے پاس موجود ایک اور پیش گوئی کے مطابق مسیح کی آمد سے پیشتر ایلیاہ کو اپنی دوسری زندگی میں آنا تھا۔

بائبل کے مطابق حضرت یسوع مسیح بھی اس یہودی عقیدے کی تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ ایلیاہ البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اُسے نہیں پہچانا۔ تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے اُن سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔

(انجیل متی ۱۷ : ۱۱ - ۱۳)

یہ یاد رہے کہ عہد نامہ جدید کے مطابق اہلِ یہود کسی بھی مسیحا کے دعویٰ کو خاموشی سے قبول کرنے والے نہ تھے۔ انجیل یوحنا اس امر پہ شاہد ہے کہ انہیں اپنے اصل مسیح کا پتہ لگانے کے لئے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یوحنا بپتسمہ دینے والے کی گواہی یہ ہے کہ:۔

"جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تُو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا میں تو مسیح نہیں ہوں

(یہ جواب بالکل فطرتی تھا کیونکہ ایک ہی وقت میں دو مسیح وجود پذیر نہیں ہو سکتے)

اُنہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے۔ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا۔ میں نہیں ہوں"

اس جگہ بپتسمہ دینے والے یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ کی تردید کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا فرمان ہے کہ یوحنا ایلیاہ ہیں۔ لیکن یوحنا ایلیاہ ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ان دونوں (یسوع و یوحنا) میں سے نعوذ باللہ یقیناً ایک تو غلط بیانی کا مرتکب ہے۔ حالانکہ خود حضرت عیسیٰ کی شہادت کے مطابق بپتسمہ دینے والے یوحنا اسرائیلی پیغمبروں میں عظیم ترین ہیں۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا"

(انجیل متی ۱۱ : ۱۱)

"جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ ہم بپتسمہ دینے والے یوحنا کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مانتے ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نادرِ مطلق خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ ہماری نظر میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی کذب بیانی کا مرتکب سمجھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس امر کو ہم نے عیسائیوں پر ہی چھوڑ رکھا ہے۔ کہ وہ یوحنا اور یسوع کے درمیان اس متنازعہ مسئلہ کو حل کریں۔ کیونکہ ان کے مقدس صحیفے اس قسم کے تضادات سے پُر ہیں جنہیں وہ خود یسوع کے سیاہ اقوال کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو تو صرف اس آخری سوال میں دلچسپی ہے۔ جو یہودی لاویوں نے بپتسمہ دینے والے یوحنا سے کیا۔ کیا تو وہ نبی ہے؟"

اس نے جواب دیا "نہیں" (انجیل یوحنا ۱ - ۲۱)

تین سوال

- اب اس حقیقت کو بھی ذہن نشین رکھئے۔ کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا سے مندرجہ ذیل تین مختلف سوالات کئے گئے۔ جن کا جواب انہوں نے پرزور الفاظ میں نفی ہی میں دیا۔

۱) کیا تو مسیح ہے؟

۲) کیا تو ایلیاہ ہے؟

۳) کیا تو وہ نبی ہے؟

لیکن یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ عیسائی علماء کو یہاں صرف دو ہی سوال دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ بپتسمہ دینے والے یوحنا سے استفسارات کے دوران یہودیوں کے ذہن میں قطعی طور پر تین پیش گوئیاں موجود تھیں۔

انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر (۱) تو نہ مسیح ہے (۲) نہ ایلیاہ (۳) نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔ (انجیل یوحنا ۱ : ۲۵)

یہودی تین مختلف پیش گوئیوں کی تکمیل کے منتظر تھے۔

اول - مسیح کی آمد

دوم - ایلیاہ کی آمد

سوم - اس نبی کی آمد

وہ نبی :-

"اگر ہم اندرونی حوالہ جات اور اشاریہ کی حامل کسی بائیبل کا مطالعہ

کریں تو یوحنا باب ۱ سطرہ ۲۵ کے بالمقابل درج حاشیہ اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ وہ نبی کے الفاظ کا اطلاق استثنا کے باب ۱۸ کی ۱۵ : ۱۸ سطور میں مذکور پیش گوئی 'تیری مانند ایک نبی پر' ہوتا ہے۔ گویا وہ نبی سے مراد حضرت موسیٰ کی مانند کوئی نبی' کے ہیں۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مانند

حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ سرورِ کشورِ رسالت حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں

ہم مسلمانوں کو اس امر سے ہرگز انکار نہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیحا تھے۔ لفظ مسیحا کا ترجمہ کرائسٹ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

ہم مسیحا کی آمد سے متعلق ان پیش گوئیوں پر بھی اعتراض نہیں کرتے۔ جن سے متعلق عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ بائیبل میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہم تو صرف اس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ استثنا کے باب ۱۸ سطر ۱۸ میں مندرج پیش گوئی کا اطلاق کسی طرح بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے متعلق واضح اور قطعی بشارت موجود ہے۔

میرے دلائل نے افریقی پادری کو لاجواب کر دیا تھا۔ بالآخر اس نے اس تمام گفتگو سے متاثر ہو کر مجھ سے التجا کی کہ کسی روز اس کے چرچ میں عیسائیوں کے مذہبی اجتماع سے خطاب کروں

"سامعین کرام! میں گذشتہ پندرہ سال سے اس کی طرف سے باقاعدہ دعوت نامے کا منتظر ہوں۔ یہ تو مجھے قطعی طور پر اجنبی سے

کہ اس عیسائی عالم نے یہ پیش کش از راہِ خلوص ہی کی تھی۔ لیکن دل و دماغ میں بسے ہوئے تعصّبات کا ختم ہونا آسان نہیں ہوتا۔ اور پھر اپنی بھیڑوں سے کون دست بردار ہونا چاہتا ہے؟

صداقت کا معیار

حضرت عیسیٰؑ کی بھیڑوں سے میری درخواست ہے کہ آپ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اسی معیار کو استعمال میں لائیں۔ جو ان کے آقا نے نبوّت کے دعویٰ داروں کی صداقت کو جانچنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

"اُن کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟
اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے ...... ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے"

(انجیل متی ۷: ۱۶: ۲۰)

انجیل کی اس پیشگوئی کو آپ پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر منطبق کرتے ہوئے کیوں گھبراتے ہیں؟ آپ قرآن حکیم کا مطالعہ تو کریں۔ آپ کو اس میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کی حقیقی تکمیل ملے گی۔ آپ اس پر عمل تو کریں۔ اس سے کرّۂ ارض پر امن و آشتی کی شمعیں فروزاں

ہوں گی اور مسرت و شادمانی کا دور دورہ ہوگا۔ جس کے لئے آج انسانیت تشنہ لب ہے۔

جارج برنارڈ شا کے مطابق اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مردِ حق دورِ جدید کی دنیا کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لے تو وہ اس کے ان تمام مسائل کو سلجھا کر اسے امن و آشتی اور مسرت و شادمانی کا گہوارہ بنا سکتا ہے۔ جن کے حل سے انسانی عقل عاجز آچکی ہے۔

عظیم ترین راہ نما

ہفتہ وار میگزین "ٹائم" نے اپنی پندرہ جولائی ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں "تاریخ کے عظیم رہنما کون تھے" کے عنوان کے تحت مختلف مورخین، دانش وروں، سپہ سالاروں اور تاجروں کی آراء کا انتخاب نذرِ قلم کیا ہے۔

بعض ایک کے خیال میں ہٹلر ایک عظیم رہنما تھا۔ بعض نے گاندھی بدھ اور لنکن کو عظیم قرار دیا ہے۔ لیکن امریکہ کے ایک معروف ماہر نفسیات نے کسی فرد کی عظمت جانچنے کے لئے تین اصول متعین کئے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ ہر عظیم راہنما کو

۱ - اپنے متبعین کی فلاح و بہبود کا اہتمام کرنا چاہیئے

۲ - ایسے پُرامن معاشرت کی تشکیل کرنی چاہیئے۔ جس میں لوگ اپنی جان و مال اور عزت و ناموس کو مامون و مصئون سمجھیں۔

(۳) اپنے پیروکاروں کے لئے عقائد کا تعین کرنا چاہیئے۔

ان تین رہنما اصولوں (اوصاف) کی روشنی میں اُس نے تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ، ہٹلر۔ پاسچر۔ سیزر، کنفوشس اور دیگر کئی شخصیتوں کا تجزیہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پاسچر اور سالک جیسے رہنما صرف پہلی صفت کے حامل تھے۔ گاندھی۔ کنفوشس، سیزر، الیگزینڈر اور ہٹلر میں سے بعض پر دوسرے اصول اور بعض پر تیسرے اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اور بدھ کا شمار ان رہنماؤں میں ہے۔ جو تیسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ غیر مسلم مدبر قائدِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر نور شخصیت کا بھی تجزیہ کرتے ہوئے یہ تسلیم کرتا ہے کہ

"کرۂ ارض پر صرف ایک ایسے فرزند نے جنم لیا ہے۔ جو مکمل طور پر ان تینوں اوصاف کا حامل تھا۔ جو سب زمانوں کے لئے عظیم رہنما بن کر آیا۔"

ہاں یہ تینوں اوصاف کسی حد تک حضرت موسیٰؑ میں بھی پائے جاتے ہیں۔

شکاگو یونیورسٹی کے یہ پروفیسر جو میرے خیال میں یہودی النسل ہیں۔ اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اور بدھ کو انسانیت کے عظیم رہنماؤں میں شمار نہیں کرتے۔ لیکن یہ ایک عجیب اتفاق ہے۔ کہ وہ حضرت موسیٰؑ اور رسالت کے آفتاب عالمتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی زمرہ میں شمار کرتے

ہیں۔ اس تجزیے سے اس دلیل کو مزید تقویت ملتی ہے کہ:

"حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کی مانند ہیں۔"

انجیل کی کتاب استثنا باب ۱۸ سطر ۱۸ کے الفاظ اور "تمہاری مانند موسیٰؑ کی مانند" ایک بار پھر ذہن میں لے آئیے۔

آخیر میں میں بائیبل کے ایک عیسائی عالم اور اُن کے آقا کے اقوال سے اقتباسات پیش کر کے اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔

"ایک سچے پیغمبر کی صداقت کا بنیادی معیار اس کی پیش کردہ تعلیم کا اخلاقی پہلو ہے۔"

"تم اُن کے پھلوں سے انہیں پہچانو گے۔"

(حضرت عیسیٰؑ)

مشترکہ لائحہ عمل

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب ایسے قول کی طرف آجاؤ۔ جو ہم میں تم میں مشترک ہے۔ وہ یہ کہ بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ پس پھر اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو۔ کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں۔

(القرآن ۳ : ۶۴)

اہلِ کتاب عزت و تکریم کا وہ لقب ہے۔ جو قرآن پاک نے اہلِ یہود اور نصاریٰ کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس آیت ربانی میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ اہلِ کتاب کو دعوت دو اور کہو۔

اے علمائے یہود و نصاریٰ! اے پیروانِ یہودیت و عیسائیت! تم کتبِ الہٰی کے علم و عمل کے مدعی ہو۔ آؤ ہم ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔ اور بنیادی صداقت پر ایمان لے آئیں۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ کیونکہ بجز اس کے کوئی عبادت کا مستحق نہیں نہ اس لئے کہ"

"میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں

(بائیبل کتاب خروج ۲۰ : ۵)

بلکہ اس لئے کہ وہ ہمارا پروردگار ہے۔ ہمارا خالق و رازق ہے ہماری تمام حمد و ثنا عبادت و عقیدت کا وہی مستحق ہے۔

نظریاتی لحاظ سے تو اہلِ یہود و عیسائی قرآن عزیز کی اس آیت کی تینوں تجاویز پر متفق ہو جاتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر وہ اس راہ پر گامزن ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف توحید باری تعالیٰ سے متعلق اعتقادات میں ارتداد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ بلکہ عدم سنتِ پاپائیت کے تصور پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے مذہبی پیشواؤں کو تقدس کے اعلیٰ درجات پر فائز کر رکھا ہے یہاں تک کہ اہلِ یہود کے ہاں مذہبی پیشوائی کا رتبہ وراثت میں

ملتا ہے۔ یہ امر باعثِ حیرت و استعجاب ہے کہ کس طرح کوئی انسان کاہن پوپ یا پادری یا برہمن علم و فضل یا اتقا کے بغیر تفوق و برتری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یا کسی خاص طریق سے کسی انسان اور اس کے خالق کے درمیان حائل ہو سکتا ہے۔

اسلام پاپائیت کا قائل نہیں۔ قرآن عزیز نے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ چند الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔

(مسلمانو) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی خدائے واحد کے فرمان بردار ہیں۔"

(القرآن ۲ : ۱۳۶)

اہلِ قرآن کا نکتہ نظر بالکل واضح ہے۔ وہ دینِ اسلام کو اپنے لئے مخصوص نہیں سمجھتے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا دین ہے۔ جو کسی خاص گروہ یا زبان تک محدود نہیں۔ ان کی نظر میں دین ایک ہی ہے۔ کیونکہ صداقت کا سرچشمہ ایک ہے۔

"اے پیغمبر! آپ اسی دین کی تلقین کر رہے ہیں۔ جس پر اس سے پہلے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ قائم رہے۔ سب کو یہی حکم تھا کہ وہ دینِ حق کو قائم کریں اور تفرقہ سے بچیں۔"

(القرآن ۴۲ : ۱۳)

روزِ ازل سے تمام کتبِ سماوی اسی صداقت کی تعلیم دیتی رہی۔ اسلام کی غرض وغایت اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینے کے ہیں۔ انسان کے لیئے لازمی ہے کہ وہ مشیتِ ایزدی کا ادراک کرے اور خوشی خوشی رضائے الٰہی کے سامنے سرِ نیاز خم کردے۔ اگر کوئی انسان اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا خواہش مند ہے۔ تو وہ اپنی فطرت سے دھوکا کرتا ہے۔ وہ مشیتِ الٰہی سے منہ موڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نصیب نہیں ہُوا کرتی جو جان بوجھ کر ہدایت سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ کیونکہ یہ قانونِ الٰہی ہے۔ کہ زبردستی کسی کو راہِ ہدایت پر گامزن نہیں کیا جاتا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

اِن سوالات کے جواب دیجئے پھر سوال کیجئے

۱ - کیا حضرت مسیح ؑ شکم مادر میں رہے ؟

2 - اگر رہے تو ماں کے پیٹ میں جب ان میں جان پڑی تو ان کی خوراک کیا تھی ؟

3 - کیا وہی خوراک نہ تھی جو ہر جنین کو نصیب ہوتی ہے ؟

4 - کیا وہ عام انسانوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے تھے ؟

5 - کیا پیدا ہونیکے بعد انہیں پیاس اور بھوک لگتی تھی - کیا وہ کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے، کیا وہ سوتے جاگتے، آرام کرتے اور بات چیت کرتے تھے -
کیا شیطان نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کی کوشش کی تھی ؟ کیا ان کی ختنہ ہوئی تھی ؟ غور کیجئے

6 - کیا وہ مدرسہ جاتے تھے - اپنے استاد سے سبق نہیں پڑھتے تھے ؟

— اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے - تو ان کی کون سی بات ان کی الوھیت کو ثابت کرتی ہے -

(2)

۱ - کیا موجودہ انجیل کے مطابق ان کے شاگرد یہوداہ اسقروطی نے انہیں گرفتار کرایا (۲) کیا ان پر مقدمہ چلا - کیا ان کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا - کیا ان کے منہ پر تھوکا گیا (متی ۲۶/۶۷) کیا ان کے کوڑے لگائے گئے (متی ۲۷/۲۶) کیا پھر انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا -
اگر انجیل کی شہادت کے مطابق ان کا جواب ہاں ہے تو پھر وہ خدا کس طرح ہوئے ؟؟

(3)

۱- کیا مرقس اور متی میں انہیں صرف یسوع کہا گیا ہے؟
2- کیا پھر لوقا میں انہیں "آقا" کہہ کر پکارا گیا ہے؟ خدا انہیں کہا گیا۔
3- کیا بائبل میں کئی لوگوں کو خدا کا بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کیا اسرائیل کو خدا کا بیٹا اور خدا کے بیٹے کہہ کر پکارا گیا ہے (خروج ۴/۲۲)
یاد رکھیں۔ وہ خدا نہیں تھے۔ بیٹے کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یسوع مسیحؑ خدا کے بیٹے نہیں تھے۔

(۴)

۱- کیا عیسائیوں کا (مسلمانوں کی طرح) یہ ایمان نہیں ہے کہ حضرت یسوع بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔
2)- اگر ایمان ہے تو پھر متی اور لوقا کی انجیلوں میں ان کا نسب نامہ کس طرح درج کیا گیا۔ جو یوسف نجار سے شروع ہو کر اوپر تک جاتا ہے
3) انجیل متی میں ان کی ۲۸ پشتوں کا ذکر ہے۔ اور لوقا میں ۴۳ پشتیں پائی جاتی ہیں۔ اس اختلاف کا کیا سبب ہے؟
4) کیا بروئے انجیل ان کے بھائی بہن تھے۔ اگر تھے تو کیا حضرت مریم صدیقہ پر یہ بہتان کے مترادف نہیں۔ اگر وہ کنواری تھیں - تو ان کے شوہر دیدہ ہونے اور شوہر سے اولاد ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ان سوالات کا سب سے بہتر اور صحیح جواب اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انسان تھے اور بغیر باپ کے اس طرح پیدا ہوئے جس طرح حضرت آدمؑ کو خدا نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔

خَاتَمَ الْاَنْبِیَآءِ

حضرت مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بائیبل کی نظر میں

احمد دیدات

ترجمہ

مس منوّر صادق ایم۔اے

شائع کردہ

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

قیمت دو روپے